منشور جماعت اسلامی برائے انتخابات پنجاب

حصۂ اول

توضیحات

جماعت اسلامی پاکستان جس مقصد کے لئے پنجاب کے انتخابات میں حصہ لے رہی ہے اور جس پروگرام کو وہ اس صوبے میں نافذ کرنا چاہتی ہے اس کی تشریح سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند امور کو واضح طور پر بیان کر دیا جائے تاکہ سب لوگ ہمارے موقف کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

(۱)

یہ جماعت اگرچہ موجودہ دستور میں کوئی سیاسی یا مذہبی یا سماجی جماعت نہیں ہے جن معنوں میں عام طور پر یہ الفاظ بولے جاتے ہیں، بلکہ یہ درحقیقت معنوں میں ایک اصولی جماعت ہے جو پوری انسانی زندگی کے لیے ایک جامع اور عالمگیر نظریۂ حیات پر یقین رکھتی ہے اور اس نظریہ کو انسانی عقائد و افکار میں، اخلاق و عادات میں، علوم و فنون میں، ادب اور آرٹ میں، تمدن و تہذیب میں، مذہب اور معاشرت میں، معاشی معاملات میں، سیاست اور نظم مملکت میں، اور بین الاقوامی تعلقات و روابط میں عملاً نافذ کرنا چاہتی ہے۔ اس جماعت کے نزدیک دنیا کے بگاڑ کا حقیقی سبب خدا کی اطاعت سے انحراف، آخرت کی جواب دہی سے بے نیازی اور انبیاء علیہم السلام کی رہنمائی سے روگردانی ہے اور دنیا میں جب کبھی، جہاں کہیں، جس شعبۂ زندگی میں بھی بگاڑ رونما ہوا ہے یہی اس کا بنیادی سبب رہا ہے، کیونکہ یہ طرزِ فکر و عمل حق کے خلاف ہے۔ اس جماعت کے عقیدے میں "حق" یہ ہے کہ خدا اس پوری کائنات کا مالک و حاکم ہے، انسان اس کے سامنے جواب دہ ہے، اور صرف انبیاء کی تعلیم ہی ہدایت کا اصل سرچشمہ ہے۔ لہٰذا یہ جماعت نوعِ انسانی کے لئے فلاح کی صرف ایک ہی صورت دیکھتی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کا پورا نظام اپنے تمام شعبوں اور گوشوں سمیت، خدائے واحد کی بندگی و اطاعت کے

اصول پر قائم ہو، اس بندگی و اطاعت کے لیے انبیاء علیہم السلام کی اُس رہنمائی کو سند مانا جائے جو آج اپنی صحیح و کامل صورت میں صرف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہی میں موجود ہے، اور افراد کی سیرتوں سے لے کر قوموں کے اجتماعی طرزِ عمل تک ہر چیز کو اُس اخلاقی رویّہ پر قائم کیا جائے جس کی بنیاد آخرت کی جوابدہی کے احساس پر رکھی گئی ہو۔

(۲)

یہ جماعت قوم پرست اور وطن پرست جماعتوں کی طرح اپنے مطمحِ نظر کو اپنے ہی ملک کے حدود تک محدود نہیں رکھتی، بلکہ پوری انسانیت کی فلاح اِس کے پیشِ نظر ہے۔ پاکستان میں اس کی کوششیں محض برائے پاکستان نہیں ہیں، بلکہ وہ چاہتی ہے کہ سب سے پہلے ہم اپنے ملک کے نظامِ زندگی کو مذکورۂ بالا نظریہ کے مطابق درست کریں، پھر اُس کو تمام دنیا کے لیے نمونۂ ہدایت اور ذریعۂ اصلاح بنائیں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا مقصدِ زندگی ساری دنیا میں حق کا بول بالا کرنا ہے۔ مگر دنیا میں ہم یہ خدمت اس وقت تک انجام نہیں دے سکتے جب تک سب سے پہلے خود اپنے گھر میں حق کا بول بالا نہ کر دیں۔ صرف یہی ایک صورت ہے جس سے ہم دنیا پر یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ہم خود عملاً اس حق کی پیروی کر رہے ہیں جس کی طرف دوسروں کو دعوت دینا چاہتے ہیں، اور صرف اسی صورت سے دنیا کے سامنے اس امر کی شہادت پیش کی جا سکتی ہے کہ حق پرستی اس چیز کا نام ہے اور یہ اس کے نتائج اور فوائد ہیں۔

(۳)

اس جماعت کے نزدیک پاکستان میں دراصل کسر اس چیز کی نہیں ہے کہ یہاں خدا اور آخرت اور رسالت کے ماننے والوں کی کمی ہے، بلکہ اس چیز کی ہے کہ جس حق کو یہاں کی اکثریت مانتی ہے وہ عملاً نافذ ہو اور اسی پر ہمارے ملک کا پورا نظامِ زندگی قائم ہو۔ یہ کوئی معمولی کسر نہیں ہے بلکہ ایک بہت بڑی کسر ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے ہمارا یہ ملک ایک اسلامی ملک ہونے کے باوجود نہ اسلام کی نعمتوں اور برکتوں سے خود فائدہ اٹھا رہا ہے نہ دنیا کے لیے اسلام کی حقانیت کا گواہ بن رہا ہے۔ اور یہ کسر اس لحاظ سے کوئی ہلکی کسر بھی نہیں ہے کہ اسے پورا کر دینا آسان ہو۔ اس کی پشت پر بہت سے طاقتور اسباب ہیں جنہیں بڑی سخت جدوجہد کے

بعد دور کیا جا سکتا ہے۔

ایک طرف ہمارے عوام کی اسلام سے ناواقفیت ہے جس کی وجہ سے وہ اس دین کے عقیدت مند ہونے کے باوجود اس کی صحیح پیروی سے قاصر ہو رہے ہیں۔

دوسری طرف ہمارے اندر بہت سے ... مانع اصلاح طبقوں کی موجودگی ہے جو اپنے تعصبات کی وجہ سے یا اپنی اغراض کی خاطر مختلف پرانی یا نئی جاہلیتوں سے چپٹے ہوئے ہیں اور خالص اسلام کے قیام کی راہ روک رہے ہیں۔

تیسری طرف ہمارا ماضی قریب ہے جو ہمیں اس حال میں چھوڑ گیا ہے کہ انگریزی اقتدار نے اپنی تعلیم سے، اپنے تہذیبی و تمدنی اثرات سے، اپنے قوانین سے، اور اپنی انتظامی پالیسی سے ہماری زندگی کے ہر شعبے کو غیر اسلامی سانچوں میں ڈھال دیا، حتیٰ کہ ہمارے مذہبی عقائد اور ہمارے اخلاق تک کی جڑیں ہلا کر رکھ دیں۔

ان سب پر مزید یہ کہ اب جن لوگوں کے ہاتھ میں ہماری قومی زندگی کی باگیں آئی ہیں اور جن کو اس نوخیز ریاست کی تعمیر و تشکیل کے اختیارات ملے ہیں وہ اگرچہ اسلام ہی کا نام لے کر برسر اقتدار آئے ہیں اور دعویٰ یہی کرتے ہیں کہ ہم یہاں اسلامی نظام زندگی کو از سرِ نو قائم کریں گے، لیکن نہ تو وہ اسلام کو جانتے ہیں، نہ ان کی اپنی زندگیاں اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ وہ اسلام کے طریقے پر خود عامل ہیں، اور نہ ان کا اب تک کا طرزِ عمل یہ امید دلاتا ہے کہ ان کے ہاتھوں یہ ملک کبھی فرنگیت کے راستے سے ہٹ کر اسلام کے راستے پر چل سکے گا۔

یہ ہیں وہ بڑے بڑے بنیادی اسباب جن کی وجہ سے پاکستان میں اِس کسر کو پورا کر دینا کوئی آسان کام نہیں ہے کہ یہاں کی اکثریت جس چیز کو حق جانتی اور مانتی ہے وہ یہاں عملاً نافذ ہو اور اسی پر یہاں کا پورا نظام زندگی قائم ہو۔

(۴)

جماعت اسلامی ان تمام اسباب کو دور کرنے کے لئے ایک مدت سے کوشاں ہے۔ وہ تحریر اور تقریر کے ذریعہ سے عوام میں اسلام کا علم پھیلانے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ اُن تمام نئی اور پرانی جاہلیتوں کے خلاف بھی نبرد آزما ہے جنھوں نے ہماری قومی زندگی کے مختلف گوشوں میں ڈیرے جما رکھے ہیں۔ وہ انگریزی اقتدار کے ان تمام

اثرات پر بھی تنقید کر رہی ہے جنھوں نے اخلاق اور نظریات سے لے کر معاشرت اور معیشت اور سیاست تک ہماری ہر چیز کو اسلامی نقطۂ نظر سے مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ وہ علمی حیثیت سے یہ بھی بتا رہی ہے کہ اسلامی اصولوں پر ہر شعبۂ حیات کی تعمیرِ جدید کس طرح کی جا سکتی ہے اور اس وقت کے مسائلِ زندگی کا حل کیا ہے۔ وہ عملی حیثیت سے اس بات کی کوشش بھی کر رہی ہے کہ لوگوں کے اندر خدا کی بندگی اور انبیاء کی پیروی کا جذبہ اور ایمانی اخلاق کا رنگ پیدا ہو اور ایسی سیرتیں تیار ہوں جن میں آخرت کی جواب دہی کا احساس کارفرما ہو لیکن ان سب باتوں کے ساتھ وہ یہ بھی ضروری سمجھتی ہے کہ پاکستان کا دستورِ حکومت خالص اسلامی بنیادوں پر بنایا جائے اور اس حکومت کا انتظام ایسے لوگوں کے ہاتھ میں دیا جائے جو اسلام کے مطابق کام کرنا جانتے بھی ہوں اور چاہتے بھی ہوں۔ یہ چیز اس لئے ضروری ہے کہ اس کے بغیر ہماری قومی حکومت کے ذرائع و وسائل اور حاکمانہ اختیارات اسلامی زندگی کی تعمیر میں استعمال نہیں کئے جا سکتے۔ اور یہ چیز اس بنا پر بڑی اہمیت بھی رکھتی ہے کہ اگر ایک طرف یہاں اسلامی اصلاح و انقلاب کے خواہشمند لوگ غیر سیاسی تدبیروں سے اسلامی زندگی کی تعمیر کے لیے کوششیں کریں، اور دوسری طرف ہماری قومی حکومت کا انتظام ایسے فرنگیت مآب لوگوں کے ہاتھ میں ہو جو اپنی پوری سیاسی طاقت اس ملک کو انگلستان، امریکہ یا روس کی نقل مطابق اصل بنانے کی کوشش میں صرف کر دیں، تو اس سے یہاں ایک سخت کشمکش رونما ہو گی جو کسی حیثیت سے بھی اس ملک کے لیے مفید نہیں ہے۔ اس طرح ہر ایک جو کچھ بنانے کی کوشش کرے گا دوسرا اسے بگاڑنے میں اپنی طاقت صرف کرتا رہے گا اور فی الواقع یہاں کچھ بھی نہ بن سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ جماعت اپنی دوسری کوششوں کے ساتھ ساتھ پاکستان کی سیاسی قیادت کو ایک صالح قیادت سے بدلنے کی جدوجہد بھی کر رہی ہے۔

(۵)

جماعت اسلامی اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہے کہ پنجاب یا کسی دوسرے صوبے کے انتخابات میں صالح لوگوں کے منتخب ہو جانے سے کسی جگہ بھی اسلامی زندگی کی تعمیر اور موجودہ خرابیوں کی اصلاح کا کوئی بڑا کام ہو سکے گا۔ وہ اس بات کو خوب جانتی ہے کہ حقیقی تعمیر و اصلاح کا کوئی کام بھی مرکزی قیادت کی تبدیلی کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ موجودہ دستور کی رو سے حکومت کے سارے اختیارات مرکز کے ہاتھ میں ہیں اور صوبوں کو جو اختیارات

...... بظاہر حاصل ہیں وہ بھی دراصل کسی صوبے کی اسمبلی یا وزارت کے قبضے میں نہیں ہیں بلکہ اُس گورنر کے قبضے میں ہیں جو مرکز کے ایجنٹ کی حیثیت سے صوبے پر مسلط ہے اس لئے مرکز اور اس کے مقرر کیے ہوئے گورنر کے ساتھ ساز باز رکھنے والی پارٹی تو ایک صوبے میں سب کچھ کر سکتی ہے مگر جو پارٹی مرکز کی منظورِ نظر نہ ہو اس کے راستے میں مرکز اور گورنر اتنی رکاوٹیں ڈال سکتے ہیں کہ وہ مشکل ہی کوئی کام کر سکتی ہے۔ تاہم اس حقیقت سے باخبر ہونے کے باوجود یہ جماعت جن مقاصد کے لیے پنجاب کے تازہ انتخابات میں حصّہ لے رہی ہے اور آئندہ ہر ایسے انتخاب میں حصہ لینے کا ارادہ رکھتی ہے جو ملک میں کسی جگہ منعقد ہو وہ یہ ہیں:-

(۱) انتخابات میں ملک کے عام رائے دہندوں کی ذہنی اور اخلاقی تربیت کا جو موقع ملتا ہے اس سے پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ عوام کو اس طرح تیار کیا جائے کہ وہ اپنے ملک کے معاملات سے دلچسپی لینے، بھلے اور برے کو سمجھنے اور خود رائے قائم کرنے کے قابل ہو جائیں۔ ان کو یہ بتایا جائے کہ جس اسلامی نظام کے لئے انھوں نے پاکستان کا مطالبہ کیا تھا وہ دراصل کیا ہے، اس کو قائم کرنے اور چلانے کے لیے کس اخلاق اور کس قابلیت کے لوگ درکار ہیں، اس کے قائم ہونے کے فائدے اور قائم نہ ہونے کے نقصانات کیا ہیں، ووٹ کا اختیار حاصل ہونے سے ان پر کتنی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اس ذمہ داری کو وہ کس طرح صحیح طریقہ سے ادا کر سکتے ہیں۔

(۲) عام رائے دہندوں کی تربیت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو اس حد تک منظم بھی کر دیا جائے کہ وہ خود اپنی پنچائتیں بنا کر اپنی نمائندگی کے لیے ایسے آدمیوں کو چنیں جن کی دینی و اخلاقی حالت اور قابلیت پر ان کو اعتماد ہو۔ اس تنظیم کو ہم عارضی و ہنگامی حیثیت دینے کے بجائے مستقل حیثیت دینا چاہتے ہیں تاکہ ہمیشہ کے لئے امیدواری کا غیر اسلامی طریقہ متروک ہو کر وہ طریقۂ انتخاب رائج ہو جائے جو اسلام کی روح سے قریب تر ہے، اور رفتہ رفتہ اُس پارٹی سسٹم کا بھی خاتمہ کیا جا سکے جو اسلامی نظام سے مناسبت نہیں رکھتا اور عوام کو اس قابل بنا دیا جائے کہ وہ صرف ایک انتخاب کا معاملہ ہی نہیں، اپنی اجتماعی زندگی کے دوسرے مسائل و معاملات کو بھی باہم مل جل کر طے کر لیا کریں۔

(۳) انتخابی جدوجہد کے ان غلط طریقوں کو، جن میں جھوٹ، فریب، جوڑ توڑ، غنڈہ گردی، گالم گلوچ، زرپاشی اور ضمیروں کی خرید و فروخت کے سارے ہی ناپاک ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہیں، بند کیا جائے اور ان کی جگہ ایسے معقول اور مہذب طریقے رائج کیے جائیں جن سے قوم کے شریف عناصر کے لئے انتخابات میں حصہ لینا ممکن ہو اور عوام آزادی کے ساتھ سوچ سمجھ کر اپنی رائے استعمال کر سکیں۔ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس وقت ہماری قومی زندگی پر کس قسم کے پست اخلاق لوگ چھائے ہوئے ہیں اور وہ اصلاح کی کوشش کرنیوالوں پر کیسی کیسی غلاظت اچھال سکتے ہیں، لیکن ہمیں اس بات کا بھی احساس ہے کہ اگر شریف لوگ منظم ہو کر اور ایک دفعہ جی کڑا کر کے اس گندگی کو صاف نہ کر دیں گے تو یہاں کی فضا کبھی ستھری نہ ہو سکے گی۔

(۴) پنچایتی نظام کے ذریعے سے جو صالح آدمی منتخب ہو کر کسی صوبے کی اسمبلی میں جائیں وہ ایک اسلامی پارٹی کی صورت میں منظم ہوں اور اصلاح کے اس پروگرام کو سامنے لائیں جسے اس منشور میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اگر یہ پارٹی اپنے صوبے کی اسمبلی میں قلیل التعداد ہو تو اس پروگرام کے پیش کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ تمام ملک کے سامنے وہ حق بھی آ جائے گا جسے ہم قائم کرنا چاہتے ہیں اور وہ باطل بھی آ جائے گا جس پر برسر اقتدار طبقہ ملک کا نظام چلا رہا ہے۔ دونوں کا فرق جتنا جتنا واضح ہوتا جائے گا رائے عام حق کی تائید میں ہموار ہوتی چلی جائے گی۔ اور اگر اس پارٹی کو اکثریت حاصل ہو تو یہ مرکز اور اس کے گورنر کی ہر مزاحمت کے باوجود اپنے پروگرام کو نافذ کرنے کی کوشش کرے گی اور جب اسے کام نہ کرنے دیا جائے گا تو وہ مستعفی ہو کر تمام ملک کے سامنے اس حقیقت کو بے نقاب کر دے گی کہ یہاں دراصل کون ساری خرابیوں کا پشت پناہ ہے اور کس کی وجہ سے اصلاح و تعمیر کا راستہ بند ہے۔ یہ چیز انشاء اللہ مرکزی قیادت کی تبدیلی میں مددگار ثابت ہوگی۔

(۶)

جماعت اسلامی اپنا یہ منشور ان حدود کو ملحوظ رکھ کر مرتب کر رہی ہے جن میں ؁۱۹۳۵ کے ایکٹ کے تحت ایک صوبے کی حکومت کے اختیارات محدود کیے گئے ہیں۔ اس لئے اس میں ان مسائل و معاملات سے بحث نہیں کی گئی ہے جو براہ راست مرکزی حکومت کے اختیارات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس منشور میں وہ اصلاحی لائحہ عمل نہیں دیا گیا ہے جسے ہم پورے پاکستان میں نافذ کرنا چاہتے ہیں، بلکہ یہ صرف پنجاب کی صوبائی حکومت میں نافذ کرنے کے لئے

(۷)

جماعت اسلامی اس منشور کو اس حیثیت سے پیش نہیں کر رہی ہے کہ وہ خود اسے نافذ کرنے کی ذمہ داری لیتی ہے۔ جماعت نے انتخابات میں جو طریق کار اختیار کیا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے ٹکٹ پر اپنے ارکان کو اسمبلی کی رکنیت کے لئے کھڑا کر رہی ہو اور اسمبلی میں خود اپنی ایک پارلیمنٹری پارٹی بنانے کا ارادہ رکھتی ہو۔ اس کے بجائے اس نے مختلف حلقہائے انتخاب کے رائے دہندوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنی پنچائتیں ...... بنا کر خود جن لوگوں کو صالح سمجھیں انھیں اپنی نمائندگی کے لئے منتخب کریں۔ جہاں جہاں یہ پنچائتیں بنی ہیں، وہ اپنے فیصلے میں بالکل آزاد ہیں اور وہ ہمارے جماعتی نظم کا کوئی جز نہیں ہیں۔ ہم یہ منشور انہی پنچایتوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں، تاکہ اگر وہ اسے اپنے منشور کی حیثیت سے قبول کریں تو اپنے چنے ہوئے نمائندوں کو اس پر عمل کرنے کا پابند بنائیں۔ اگر پنچایتوں کے چنے ہوئے نمائندوں میں جماعت اسلامی کے ارکان اور ہمدردوں کی اکثریت ہو تو جماعت خود اس پروگرام پر عمل درآمد کرانے کا ذمہ لے گی لیکن اگر ان میں اکثریت ایسے اصحاب کی ہو جو ہمارے جماعتی نظم کے پابند نہیں ہیں تو ان سے اپنے پروگرام پر عمل کرانا پنچایتوں کا اپنا کام ہوگا۔ اسی لیے یہ منشور عام جماعتوں کے منشوروں سے مختلف طرز پر مرتب کیا جا رہا ہے۔ اس میں ہم صرف یہ بتا رہے ہیں کہ صوبائی اسمبلی میں ایک اسلامی پارٹی کو کس طرح کام کرنا چاہیے اور کیا کام کرنا چاہیے۔

حصہ دوم

لائحہ عمل

اس لائحہ عمل میں وہ طریق کار بیان کیا جا رہا ہے جس پر پنچایتی نظام کے منتخب کئے ہوئے نمائندوں کو صوبائی اسمبلی کے اندر اور باہر کاربند ہونا چاہیے۔

نمائندوں کا عہد نامہ ہر اس شخص کو جسے کسی حلقے کے پنچایتی نظام نے اپنا نمائندہ نامزد کیا ہو نہ صرف اپنی

نامزد کرنے والی پنچایت کے سامنے بلکہ ایک مجمع عام میں لوگوں کے سامنے بھی یہ عہد کرنا چاہیے کہ:-

(۱) وہ خدا اور رسول کی وفاداری کو ہر چیز پر مقدم رکھے گا اور پوری خدا ترسی و ایمانداری کے ساتھ کوشش کرے گا کہ ملک کا انتظام شریعتِ خداوندی کے احکام اور اس کی روح کے مطابق چلایا جائے۔

(۲) وہ اسمبلی کے اندر یا اس کے باہر اپنی پوزیشن سے اپنی ذاتی اغراض یا اپنے خاندان اور احباب کی اغراض، یا کسی خاص طبقہ اور گروہ کی اغراض کے لیے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرے گا۔

(۳) وہ اپنے حلقۂ انتخاب کے عوام سے قریب تر رہے گا، عام لوگوں کی شکایات و مشکلات اور ضروریات و احساسات سے باخبر رہنے کی کوشش کرے گا، اور اسمبلی کے اندر اور باہر اپنی حد تک پوری کوشش کرے گا کہ آئینِ انصاف کے مطابق بے لاگ طریقے سے عوام کی خدمت کرے۔

(۴) اگر کسی وقت اس کے حلقۂ انتخاب کے عام لوگ اسی پنچایتی نظام کے ذریعے سے اس پر اظہارِ بے اعتمادی کریں جس کے ذریعے سے آج وہ اس پر اظہارِ اعتماد کر رہے ہیں، تو وہ اپنی نشست سے استعفا دیدیگا۔

(۵) وہ اسمبلی کے اندر دھڑے بندیوں، سازشوں اور وزارت کے جوڑ توڑ سے الگ رہے گا اور صاف صاف ایماندارانہ طریقہ سے اس منشور کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرے گا جو اسے پنچایتوں کی رضامندی سے دیا جا رہا ہے۔

(۶) وہ اسمبلی کے اندر ایک آزاد رکن کی حیثیت سے تنہا نہ رہے گا بلکہ اُن لوگوں کے ساتھ ایک پارٹی میں شامل ہو جائے گا جو اس منشور کو عملی جامہ پہنانے کا عہد کریں۔

نمائندوں کے انفرادی فرائض

ہر ایسے نمائندے کا، جو عوامی پنچایتوں کی طرف سے نامزد ہو اور عوام کے ووٹوں سے اسمبلی کی رکنیت کے لیے منتخب ہو جائے، یہ فرض ہونا چاہیے کہ:

(۱) وہ پوری پابندی کے ساتھ اسمبلی کے اجلاسوں میں شریک ہو اور اس کی کارروائیوں میں دلچسپی لے۔ شدید مجبوری کے بغیر اسمبلی کے اجلاسوں سے غیر حاضر رہنا اس کے لیے جائز نہیں ہے۔

(۲) وہ اپنے علم اور ایمان و ضمیر کے مطابق آزادی کے ساتھ اظہارِ رائے کرے، جس چیز کو حق اور انصاف

سمجھتا ہے اسے حق اور انصاف کہے اور اس کی تائید میں آواز اٹھائے، اور جس چیز کو غلط اور خلاف انصاف سمجھتا ہے۔ اس کی مخالفت کرے۔ حق کو حق جانتے ہوئے اس کی تائید نہ کرنا، اور غلط کو غلط جانتے ہوئے اس کے مقابلے میں خاموش رہنا اُن لوگوں کے ساتھ خیانت ہے جنھوں نے ایک شخص کی دیانت پر بھروسہ کرکے اسے اپنا نمائندہ نامزد کیا ہے۔

(۳) وہ نظم و نسق کے مختلف شعبوں سے واقفیت بہم پہنچانے کی کوشش کرے تاکہ وہ اسمبلی میں پیش آنے والے معاملات پر زیادہ سے زیادہ علم و بصیرت کے ساتھ رائے دینے کے قابل ہو۔

(۴) وہ اپنے آپ کو صرف انھی لوگوں کا نمائندہ نہ سمجھے جنھوں نے اس کو رائے دی ہو بلکہ اپنے پورے حلقۂ انتخاب کی عام آبادی کا نمائندہ سمجھے اور ان کی فلاح کے لئے کام کرے۔ اسے اپنے حلقۂ انتخاب کی مقامی دھڑے بندیوں سے الگ رہنا چاہیے اور ایک غیر جانبدار خادم خلق ہونے کی حیثیت سے عام لوگوں کی بہتری مدنظر رکھنی چاہیے۔

(۵) وہ اپنے فرائض کو صرف اسمبلی کے کام تک محدود نہ رکھے بلکہ اسمبلی کے باہر بھی اپنے حلقۂ انتخاب کے باشندوں کی دینی، اخلاقی، معاشرتی اور معاشی حالت درست کرنے کی کوشش کرے۔ وہ عوام کا صحیح نمائندہ نہیں ہے اگر عوام کے دکھ درد میں ان کا شریک نہ ہو، اجتماعی مصائب کے موقع پر ان کی خدمت کے لئے حاضر نہ رہے، اور اجتماعی فلاح و بہبود کے کاموں میں دلچسپی نہ لے۔

اسلامی پارٹی کی تشکیل

پنچایتی نظام کے تحت منتخب ہونے والے نمائندوں کو اسمبلی میں جاکر ایک اسلامی پارٹی کی صورت میں منظم ہونا چاہیے جس کا عقیدہ، مقصد، اصول اور پالیسی حسب تفصیل ذیل ہو۔

عقیدہ

اس پارٹی کا عقیدہ یہ ہونا چاہیے:

مُسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارے لئے قانون کا ماخذ اور ہدایت کا سرچشمہ خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت ہے۔ ہم زندگی کے ہر معاملہ میں بنیادی تصورات اور اصول قرآن و سنت کی تعلیمات سے اخذ کریں گے اور عملی تفصیلات اگر دوسرے مآخذ سے

لیں گے بھی تو اس شرط کے ساتھ کہ وہ قرآن و سنت کی تعلیمات کے خلاف نہ ہوں۔ ہمارے نزدیک ملک میں کسی قانون کو جاری کرنے یا جاری رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ یا تو اس قانون کے جواز کا ثبوت قرآن و سنت سے ملتا ہو، یا کم از کم اس کے ناجائز ہونے کا ثبوت نہ ملتا ہو ہم حکومت کے لیے حدود اللہ کی پابندی کو ضروری سمجھتے ہیں، اور ہمارے نزدیک یہ بات حکومت کے بنیادی فرائض میں سے ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق معاشرے کی اخلاقی، مذہبی، تعلیمی، تمدنی اور معاشی حالت کو درست کرے۔"

مقصد اس پارٹی کا مقصد، جس کے لئے وہ اسمبلی میں کام کرے گی، یہ ہونا چاہیے:

"صوبے کے قوانین اور نظم و نسق کو، جہاں تک بھی موجودہ دستور کے اندر اس کی گنجائش ہے، اسلامی اصولوں پر ڈھالنے کی کوشش کی جائے۔ حکومت کی انتظامی مشینری کے اندر جو اخلاقی خرابیاں پائی جاتی ہیں ان کو دور کیا جائے۔ حکومت کے ذرائع و وسائل کو اسلامی اصولوں کے مطابق صوبہ کی اخلاقی، مذہبی، معاشرتی اور معاشی حالت کی اصلاح کے لیے استعمال کیا جائے۔ اور جہاں تک ممکن ہو ایسی تدابیر عمل میں لائی جائیں جن سے اس صوبہ ہی میں نہیں، پورے پاکستان میں اسلامی نظام زندگی کے قیام و ارتقاء کے لئے زمین ہموار ہو سکے۔"

اصول اس پارٹی کی تشکیل ان اصولوں پر ہونی چاہیے:-

(۱) صوبائی اسمبلی کا ہر وہ رکن اس پارٹی میں شامل ہو سکے جو مذکورہ بالا عقیدے اور مقصد کو قبول کر کے اس لائحہ عمل پر کام کرنے کا اقرار کرے جو اس منشور میں دیا گیا ہے، خواہ وہ پنچائتی نظام کے سوا کسی اور طریقے سے منتخب ہو کر آیا ہو۔

(۲) اس کا پارٹی ڈسپلن اس قاعدے پر مبنی ہو کہ خدا اور رسول کے احکام کی پابندی اور راستی و انصاف میں تعاون کیا جائے مگر کوئی شخص حق اور انصاف کے خلاف کاموں میں اپنی پارٹی کی حمایت کا پابند نہ ہو۔ بلکہ پارٹی کے ہر رکن کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ وہ اپنی پارٹی کو حق اور انصاف کے خلاف کوئی کام نہ کرنے دے۔

(۳) پارٹی کا داخلی نظم مغربی جمہوریت کے بجائے اسلامی جمہوریت پر مبنی ہوگا۔[۱]

پالیسی

اسمبلی کے اندر اس پارٹی کی پالیسی یہ ہونی چاہیے :-

(۱) وہ احکام اسلامی کے اجراء اور انصاف کے قیام میں اسمبلی کی تمام دوسری پارٹیوں کے ساتھ تعاون کرے مگر ناجائز اموریں یا ناروا اغراض کی تکمیل میں کسی کی مددگار نہ بنے۔

(۲) اگر وہ اکثریت میں ہو تو وہ اپنی وزارت بنائے گی اور اس صورت میں اس کی پالیسی یہ ہوگی :

(الف) مخالف پارٹیوں کے مقابلے میں اُس ضد اور ہٹ دھرمی اور جماعتی تعصب سے کام نہ لیا جائے جو بالعموم اکثریت رکھنے والی جماعتوں کا خاصہ ہوتا ہے۔ کھلے دل سے مخالف و موافق سب کی بات سنی جائے، ہر صحیح بات کو قبول کیا جائے اور معقول دلائل کے مقابلے میں کبھی اپنی تجویزوں اور تدبیروں پر بیجا اصرار نہ کیا جائے۔

(ب) حاکمانہ زعم میں پبلک کی تنقیدوں سے بے پروائی نہ برتی جائے۔

(ج) پبلک کی شکایات کی طرف، خواہ وہ اخبارات کے ذریعے سے شائع ہوں یا کسی دوسرے ذریعہ سے پہنچیں، پوری توجہ کی جائے اور ان کو رفع کرنے کی کوشش کی جائے۔

(د) حکومت کے کاموں میں پبلک کے اہلِ فکر و نظر اور واقف کار لوگوں کا تعاون حاصل کیا جائے اور ان کے مشوروں سے فائدہ اٹھایا جائے۔

(ہ) وزراء بڑی بڑی تنخواہیں لے کر وزارت کے ٹھاٹھ نہ جمائیں اور نہ پبلک سے دور رہیں۔ ان کو اپنا معیارِ زندگی بلند کرنے کے بجائے اپنا معیارِ اخلاق اور معیارِ خدمت بلند کرنا چاہیے اور عوام سے دور رہنے کے بجائے اور زیادہ قریب ہونا چاہیے تاکہ وہ اپنی حکومت کے تحت ملک کے حالات سے براہِ راست واقف ہوں اور حالات کی اصلاح کریں۔

(و) پبلک کے روپے اور حکومت کی مشینری کو پارٹی کی اغراض کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔ نہ حاکمانہ

---

[۱] ان اصولوں کے تحت اپنے تفصیلی ضوابط بنانا پارٹی کا اپنا کام ہے۔

اختیارات سے کسی اور طرح کا ناجائز فائدہ اٹھایا جائے۔

(ز) حکومت کے اختیارات کو مخالف سیاسی پارٹیوں کے خلاف استعمال نہ کیا جائے۔

(ح) مغربی ڈپلومیسی کے طریقے ترک کرکے حکومت کا کام سچائی اور راستبازی کے ساتھ چلایا جائے۔

(ط) ہر قیمت پر وزارت سے چمٹے رہنے کی رہنے کی کوشش نہ کی جائے۔ مرکز اور اس کے گورنر کا آلہ کار بننے سے قطعی انکار کردیا جائے۔ اپنے عقیدہ و مقصد کے مطابق اپنے اصلاحی پروگرام کو نافذ کرنے پر اصرار کیا جائے۔ اور اگر اس کا موقع نہ ہو تو وزارت سے استعفا دے دیا جائے۔

(۳) اگر یہ پارٹی اقلیت میں ہو لیکن دوسری پارٹیوں کے ساتھ مشترکہ وزارت بنانے کا امکان ہو تو صرف اس صورت میں اس امکان سے فائدہ اٹھایا جائے جبکہ

(الف) مشترکہ وزارت میں شریک ہونے والی پارٹیاں اس پارٹی کے عقیدہ و مقصد سے اور اس منشور کے اصلاحی پروگرام یا کم از کم اس کے اصولوں سے متفق ہوں۔

(ب) وہ اسی پالیسی پر عمل کرنے کا اقرار کریں جو اوپر نمبر ۲ میں بیان کی گئی ہے۔

(۴) اگر اس پارٹی کو اپوزیشن میں رہنا پڑے تو وہ کبھی اختلاف برائے اختلاف نہ کرے بلکہ حق کی موافقت اور باطل کی مخالفت کے اصول پر عامل ہو۔

اصلاحی پروگرام جن اصلاحات کو نافذ کرنے کی کوشش اس پارٹی کو لازماً کرنی چاہیے، خواہ یہ برسراقتدار ہو یا اپوزیشن میں رہے، وہ حسب ذیل ہیں۔

اصلاح قوانین (۱) صوبائی سیفٹی ایکٹ کو ختم کرنا اور کسی ایسے قانون کو باقی نہ رہنے دینا جو انتظامی حکام کو کھلی عدالت میں کسی شخص کا جرم ثابت کئے بغیر، اور اس کو صفائی کا موقع دئیے بغیر شخصی آزادی، یا آزادیٔ نقل و حرکت، یا آزادیٔ تقریر و تحریر، یا آزادیٔ اجتماع سے محروم کردینے کا اختیار دیتا ہو، یا انھیں افراد اور گروہوں کی جائز آئینی سرگرمیوں پر پابندی عائد کرنے، یا ان کو اپنے ایمان و ضمیر کے خلاف کسی کام پر مجبور کرنے کے اختیارات دیتا ہو۔ نیز ایسے قوانین کو بھی تبدیل کرنا جو حکومت کو وہ حقوق دیتے ہیں جو دراصل ریاست کے حقوق ہیں۔

(۲) پریس کو اُن تمام ناروا پابندیوں سے آزاد کرنا جو انگریزی حکومت نے اپنے استبداد کی حفاظت کے لیے عائد کی تھیں۔

(۳) صوبائی اسمبلی کے اختیارات کی حد تک ایسے تمام قوانین میں ترمیم کرنا جن میں کوئی چیز اسلامی شریعت کے خلاف ہو۔

(۴) ۱۹۳۵ء کے موجودہ ترمیم شدہ ایکٹ کی ایسی تمام دستوری رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے دستور ساز اسمبلی پر زور ڈالنا جن کی موجودگی میں شریعت کے منشا کے مطابق اصلاحی قوانین بنانا اور نافذ کرنا مشکل ہے۔

(۵) شرعی قوانین کو عدالتوں میں نفاذ کے قابل بنانے کے لئے اِن قوانین کی تدوین و ترتیب اور تعلیم کا انتظام کرنا۔

(۶) شریعت کے منشا اور احکام کے مطابق معاشرے کی اصلاح کے لیے نئے قوانین بنانا۔

اصلاح نظم و نسق

(۱) سرکاری محکموں سے رشوت، خیانت، اور دوسری بداخلاقیوں اور بے ضابطگیوں کو دور کرنے کی تدبیریں اختیار کرنا۔

(۲) تمام ایسے اداروں میں، جہاں سرکاری ملازموں کے لیے کارکنوں کی تربیت کی جاتی ہے، اخلاقی و دینی تعلیم و تربیت لازم کرنا تاکہ ان سے ایسے افسر تیار ہو کر نکلیں جو صرف قابل ہی نہ ہوں بلکہ خداترس، متدیّن اور فرض شناس بھی ہوں۔

(۳) پبلک کے ساتھ سرکاری ملازموں کے رویہ کو درست کرنا۔

(۴) سرکاری ملازموں کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ تنخواہوں کے لیے ایک منصفانہ حد مقرر کرنا۔

(۵) انگریزی دور کے ضوابط ملازمت میں ایسی اصلاحات کرنا جن سے وہ معقول، منصفانہ اور اسلام کے اخلاقی تقاضوں کے مطابق ہو جائیں۔

(۶) انگریزی زبان کو سرکاری محکموں سے رخصت کرنا اور اس کی جگہ اردو کے استعمال کو رواج دینا۔ اس سلسلے میں اسمبلی کی اسلامی پارٹی کا اولین قدم یہ ہو کہ وہ خود اسمبلی میں صرف اردو کے استعمال پر اصرار کرے۔

(۷) سرکاری افسروں کے لیے سرکاری ڈیوٹی کے وقت انگریزی لباس کے استعمال کو ممنوع کرنا اور

ایسے تمام آثار کو مٹانا جن کی وجہ سے عوام الناس ابھی تک انگریزی دور کی ذہنی غلامی سے آزاد نہیں ہو سکے ہیں۔

(۸) پولیس کے عام طور طریقوں کو درست کرنا اور خصوصاً تفتیش کے تمام وحشیانہ اور غیر مہذب طریقوں کو بند کر دینا۔

(۹) سی آئی ڈی کو سیاسی کارکنوں کے پیچھے لگانے کے بجائے جرائم کی روک تھام، تحقیقات، اور رشوت خور سرکاری ملازموں کی نگرانی میں استعمال کرنا۔

(۱۰) پولیس کے شعبۂ احتساب (PROSECUTION) اور شعبۂ تفتیش (INVESTIGATION) کو عملاً علیحدہ کرنا (جواَب محض برائے نام الگ ہیں)

(۱۱) جیل کے تمام وحشیانہ اور غیر مہذب ضابطوں کو مہذب اسلامی طریقوں کے مطابق بدلنا، اسے دار العذاب اور جرائم کی تربیت گاہ کے بجائے قیدیوں کی اخلاقی و ذہنی اصلاح کی جگہ بنانا، اور اس میں ایسے طریقے رائج کرنا جن سے مجرمین شریفانہ زندگی کے قابل بن سکیں۔

(۱۲) عدالتی ضوابط کو اسلام کے مطابق بدلنا۔

(۱۳) اسلام کے منشا کے مطابق کورٹ فیس کو بتدریج ختم کر کے انصاف کی بلا معاوضہ بہم رسانی کا انتظام۔

(۱۴) عدالتوں کو انتظامی حکومت کی دخل اندازیوں سے محفوظ کرنا۔

(۱۵) انتظامی حکومت اور اس کے عملے کی ان تمام امتیازی خصوصیات کو ساقط کرنا جن کی وجہ سے انصاف کے معاملے میں عدالتوں کے اختیارات محدود ہوتے ہیں۔

(۱۶) اسلام کے منشا کے مطابق پیشۂ وکالت کی اصلاح۔

اصلاحِ تعلیم

(۱) نظریۂ تعلیم، طریقۂ تعلیم، نصابِ تعلیم، اور درسگاہوں کے ماحول میں ایسی بنیادی تبدیلیاں کرنا کہ اس صوبے کا نظامِ تعلیم ایک طرف پاکستانی معاشرے کے لیے خدا پرست اور نیک سیرت شہری، کارکن اور لیڈر فراہم کرنے کے قابل ہو، اور دوسری طرف پہلے سے زیادہ ترقی یافتہ اور ترقی پذیر بھی ہو۔

(۲) اساتذہ کی ٹریننگ کے موجودہ انتظامات کو جلدی سے جلدی اس طرح درست کرنا کہ وہ مذکورۂ بالا مقصد کے لئے مناسب استاد تیار کر سکیں۔

(۳) صوبے کی موجودہ تعلیمی ضروریات پوری کرنے کے لیئے مدارس کی توسیع، اور مفت جبری ابتدائی تعلیم کا طریقہ رائج کرنے کی طرف بتدریج اقدام۔

(۴) تعلیم بالغان کو زیادہ سے زیادہ وسیع کرنے کی کوشش۔

(۵) مخلوط تعلیم کا قطعی انسداد اور لڑکیوں کے لیے جداگانہ تعلیم کا اطمینان بخش انتظام۔

(۶) اردو زبان کو ذریعۂ تعلیم بنانے کی کوشش۔ اس غرض کے لیئے حیدر آباد میں اب تک جو کام ہو چکا ہے اس سے پورا فائدہ اٹھایا جائے اور آئندہ مزید کام کے لئے ایک محکمۂ تالیف و ترجمہ قائم کیا جائے۔

(۷) صوبے کے معیارِ تعلیم کو بلند کرنے کے لیئے اس امر کی کوشش کہ زیادہ سے زیادہ قابل لوگ مدرسوں اور کالجوں کو حاصل ہو سکیں اور اطمینان قلب کے ساتھ تعلیمی خدمات انجام دیں۔

(۸) عربی مدارس کو موجودہ کس مپرسی کی حالت سے نکالنا اور ان کے معیار کو بلند کر کے ہر حیثیت سے سرکاری درسگاہوں کے برابر لانا۔ نیز اس امر کی کوشش کہ بالآخر دینی و دنیوی تعلیم کے دائرے الگ نہ رہیں بلکہ ایک ہی تعلیمی نظام ہم کو دین و دنیا کے جامع آدمی فراہم کرنے لگے۔

(۹) صوبے کی خاص اور ملک کی عام ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک منصوبے کے مطابق مختلف اقسام کی فنی (TECHNICAL) تعلیم کا انتظام۔

زرعی اصلاحات

(۱) زرعی املاک کی تحقیقات اور جدید بندوبست کے لیے اسلامی قانون کے مطابق ایک ایسا با اختیار بورڈ مقرر کرنا جو اسلامی شریعت کے علما اور محکمۂ مال کے تجربہ کار افسروں پر مشتمل ہو اور حسبِ ذیل اصولوں پر موجود الوقت جاگیروں اور زمینداریوں کی تحقیقات کر کے ان کا نیا بندوبست کرے:

(الف) تمام ایسی جاگیریں واپس لے لی جائیں جو کسی سابق حکومت نے کسی ناجائز (یعنی پاکستان کے اسلامی یا قومی مفاد کے خلاف) خدمت کے صلے میں عطا کی ہوں۔

(ب) ایسی جاگیریں بھی واپس لے لی جائیں جو کسی سابق حکومت نے سرکاری املاک میں سے عطا کرنے کے بجائے لوگوں کی ملکیتیں غصب کر کے جاگیردار کو بخش دی ہوں، یا پرانے مالکوں کو زبردستی جاگیردار کا

مزارع بنا دیا ہو۔

(ج) وہ جاگیریں بھی واپس لی جائیں جو بعض مخصوص خدمات کی انجام دہی کے لیے عطا کی گئی ہوں مگر یا تو وہ خدمات اب انجام نہ دی جا رہی ہوں، یا ان خدمات کی اب ضرورت نہ ہو۔

(د) جن جاگیرداروں کو جائز خدمات کے صلے میں سرکاری املاک واجبی حدود سے زائد مقدار میں دی گئی ہوں، ان سے وہ زائد مقدار واپس لے لی جائے۔ واجبی حدود سے مراد اُس قدر رقبۂ اراضی ہے جو کسی علاقے میں ایک خاندان کی متوسط خوشحال زندگی کے لیے کافی ہو)

(ہ) ایسی تمام زمینیں بھی واپس لے لی جائیں جو اگرچہ جائز سرکاری عطیہ ہوں مگر تین سال یا زائد مدت سے غیر آباد پڑی ہوں۔

(و) وہ تمام زمینداریاں بھی منسوخ کر دی جائیں جن پر شرعی نقطہ نظر سے زمیندار کا حق ملکیت ثابت نہ ہو۔

(ز) مذکورۂ بالا طریقوں سے جو زمینیں واپس لی جائیں ان میں سے آباد زمینوں پر انھی لوگوں کو حقوقِ ملکیت دے دیے جائیں جو فی الحال انھیں آباد کر رہے ہیں، اور غیر آباد زمینوں کو انصاف کے ساتھ مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

(۲) تمام ایسے چشمہ زاروں، چراگاہوں، اور جنگلات کو پبلک مفاد کے لیے عام کرنا جن کو اسلامی شریعت کی رو سے پبلک مفاد کے لیے عام ہونا چاہیے لیکن ابھی تک وہ کسی کی ملکیت میں ہوں۔

(۳) قابلِ کاشت افتادہ زمینوں کی آبادکاری کا انتظام، اور ناقابلِ کاشت زمینوں کی اصلاح کے لئے ایک منصوبے کے مطابق سعی۔

(۴) زرعی املاک پر اسلامی قانونِ میراث کا فوری اور عملی نفاذ۔ یہ نفاذ صرف آئندہ ہی کے لئے نہ ہونا چاہیے بلکہ جن زندہ مستحقین کے حقوقِ وراثت پہلے سلب ہو چکے ہیں ان کی حق رسانی بھی ہونی چاہیے۔

(۵) زراعت پیشہ اور غیر زراعت پیشہ کی تقسیم کا قطعی خاتمہ۔

(۶) مالکانِ اراضی اور کاشت کاروں کے درمیان انصاف قائم کرنے کے لئے حسبِ ذیل اصلاحات کا نفاذ:

(الف) کاشتکار کو کم سے کم اتنا قطعۂ زمین اور اتنا حصۂ پیداوار لازماً دیا جائے جو بلحاظ اوسط اس کی بنیادی ضروریات کے لیئے کفایت کر سکے۔

(ب) پیداوار کے مقرر حصے یا طے شدہ لگان کے سوا مالکان زمین کو کاشتکاروں سے کوئی ٹیکس، یا کوئی بلامعاوضہ خدمت لینے کا حق نہ ہو۔

(ج) مخصوص قانونی وجوہ کے سوا کسی کاشتکار کو زمین سے بے دخل نہ کیا جا سکے (یہ مخصوص قانونی وجوہ پورے انصاف کے ساتھ ماہرینِ شریعت اور زرعی معاملات کا تجربہ رکھنے والے افسروں اور وکلاء کی ایک مجلس تجویز کرے، اور اس تجویز میں جہاں تک ممکن ہو زیادہ سے زیادہ وسیع پیمانے پر مالکانِ زمین اور کاشتکاروں کے نقطۂ نظر کا جائزہ لے لیا جائے۔

(د) مالکوں اور کاشتکاروں کی باہمی شکایات رفع کرنے کے لیئے ان کی مشترک پنچائتیں قائم کی جائیں۔

(۷) کاشتکاروں کو علم زراعت کی جدید ترقیات سے مستفید ہونے کے مواقع زیادہ سے زیادہ وسعت کے ساتھ بہم پہنچائے جائیں۔

(۸) امداد باہمی کے اصولوں پر وسیع پیمانے کی کاشت (LARGE SCALE FARMING) کا طریقہ رائج کیا جائے تاکہ لوگوں کے شخصی حقوق بھی محفوظ رہیں اور سائنٹفک ذرائع سے استفادہ بھی ممکن ہو۔

صنعتی اصلاحات

(۱) تمام ایسی صنعتوں کی بحالی جنھیں تقسیم ملک سے نقصان پہنچا ہے۔

(۲) تمام ایسی صنعتوں کے قیام کی کوشش جن کے کاریگر صوبے میں موجود ہیں مگر اپنی صنعت کا آغاز کرنے یا اسے قابلِ اطمینان طریقے سے بڑھانے کے قابل نہیں ہیں۔

(۳) ایسی نئی صنعتوں کا اجراء جن کے لئے خام اجناس ملک میں موجود ہیں اور جنھیں کم سرمائے سے شروع کیا جا سکتا ہے۔

(۴) صوبے کی مصنوعات کو غیر ملکی مقابلے سے بچانے کی کوشش۔ اس سلسلے میں ضروری ہے کہ حکومت حتی الامکان خود اپنی ضروریات کے لیئے ایسی غیر ملکی اشیاء نہ خریدے جن کا بدل ملک میں بہم پہنچ سکتا ہو۔

(۵) نظامِ صنعت میں جہاں تک ممکن ہو اجارہ داری (MONOPOLY) کا سدّباب۔

(۶) محنت پیشہ لوگوں کو اسلامی اصولِ عدل کے مطابق واجبی حقوق دلوانے، اور اجیر و مستاجر کے درمیان انصاف قائم کرنے کے لئے حسبِ ذیل اصلاحات کا نفاذ:

(الف) کم سے کم منصفانہ معاوضے اور اوقاتِ کار کی قانونی حد بندی،

(ب) جائز اور معقول وجوہ کے بغیر اجیر کی برخاستگی کا ممنوع ہونا،

(ج) مضرِ صحت حالات میں اجیروں کو رکھنے اور ان سے کام لینے کی ممانعت،

(د) بیماری اور مشینی حادثات کی صورت میں اجیروں کے علاج کا انتظام،

(ہ) ناقابلِ کار ہو جانے کی صورت میں، نیز بڑھاپے کی صورت میں پنشن کا انتظام،

(و) اجیروں کے بچوں کی تعلیم کا انتظام،

(ز) ۱۶ سال سے کم عمر کے بچوں سے محنت لینے کی ممانعت،

(ح) عورتوں اور مردوں سے یک جا کام لینے کی ممانعت،

(ط) اجیروں اور مستاجروں کی مشترکہ پنچایتوں کا قیام، تاکہ شکایات کا باہمی گفت و شنید سے ازالہ ہو سکے،

(ی) جو معاملات پنچایت میں طے نہ ہو سکیں ان کے تصفیہ کی ذمہ داری حکومت اپنے اوپر لے اور کسی صنعتی ادارے میں ہڑتال یا دربندی کی نوبت نہ آنے دے۔

تجارتی اصلاحات

(۱) احتکار اور ناجائز نفع اندوزی کا سختی کے ساتھ استیصال۔

(۲) خرید و فروخت کی اُن تمام شکلوں کو ازروئے قانون بند کرنا جو شرعاً ممنوع ہیں۔

(۳) ایسی تمام چیزوں کی صنعت اور تجارت کو بند کرنا جو شریعت کی رو سے ناجائز ہیں۔

(۴) تجارت کو فروغ دینے کی ایسی تمام تدبیروں کو روکنا جو فریب، جھوٹ، اور فحش کی تعریف میں آتی ہوں۔

(۵) جہاں تک صوبائی حکومت کے اختیار میں ہے جائز کاروبار کے فروغ کے لیے تمام ممکن سہولتیں بہم پہنچانا اور اُن اسباب کو رفع کرنا جن کی وجہ سے تجارت پیشہ لوگوں کے لئے اپنے کاروبار کو جائز طریقوں سے ترقی دینا مشکل ہوتا ہے۔

عام معاشی اصلاحات

(۱) زکوٰۃ و صدقاتِ واجبہ کی تحصیل کا انتظام۔ اس انتظام میں یہ گنجائش بھی رہے کہ

لوگ اپنے صدقاتِ نافلہ اور اپنی عام خیرات بھی اگر حکومت کو دینا چاہیں تو دے سکیں۔

(۲) اسلامی اوقاف کی اصلاح و تنظیم، اور ایسے اوقاف کو سرکاری انتظام میں لے لینا جو نا اہل ہاتھوں میں ہوں، یا واقفین کے منشا کے خلاف استعمال کیے جا رہے ہوں، یا جن کی شرائطِ وقف اس کی گنجائش دیتی ہوں کہ حکومت ان کی تولیت خود اپنے ہاتھ میں لے سکے۔

(۳) مذکورۂ بالا مدات سے جو آمدنیاں حاصل ہوں اُن سے شرعی قواعد کے تحت حسبِ ذیل امور کا انتظام کرنا۔

(الف) معذور اور اپاہج لوگوں کی پرورش، اور ایسے بوڑھے لوگوں کی پنشن جو اور کوئی سہارا نہ رکھتے ہوں۔

(ب) یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت۔

(ج) بے روزگار لوگوں کی اعانت، جب تک کہ وہ کوئی روزگار حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوں۔

(د) ایسے قابلِ کار لوگوں کی اعانت جو کچھ سہارا پا کر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکتے ہوں۔

(ھ) حاجتمند لوگوں کو قرضِ حسن۔

(و) نادار بیماروں کا معالجہ۔

(ز) غریب لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی میں امداد۔

(ح) غریب طلبہ کے لیے وظائف۔

(ط) مساجد اور معاہدِ دینیہ کی اصلاحِ حال۔

(ی) علمی اور دینی خدمات انجام دینے والوں کی مستقل یا وقتی اعانت۔

(ک) علمی اور دینی اداروں کی امداد۔

(۴) حتی الامکان اصلاحی تدابیر سے اور حسبِ ضرورت قانونی ذرائع سے تعیشات اور اسراف و تبذیر کی روک تھام۔

ترقیاتِ عامہ

(۱) کم تنخواہ پانے والے ملازمین اور عام غریب طبقوں کے لئے کم کرایہ کے صحت بخش مکانات کی تعمیر۔

(۲) دیہی علاقوں میں سڑکوں کا انتظام، یہاں تک کہ ہر گاؤں کا تعلق اپنے قریب کی کسی شاہراہ سے قائم ہو جائے۔

(۳) پنجاب کو بھارت کی بجلی کا محتاج نہ رہنے دینا۔

(۴) پنجاب کو اس مستقل خطرے سے محفوظ کرنا کہ بھارت کسی وقت اپنی نہروں کا پانی بند کر کے اس کی خوش حالی کا خاتمہ کر دے۔

(۵) صنعتی ترقی کے لئے مزید برقی طاقت کی فراہمی۔

قومی صحت

(۱) کسی باشندے کو محض اس بنا پر علاج سے محروم نہ رہنے دیا جائے کہ وہ معالج کی فیس اور دوا کی قیمت ادا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اس غرض کے لیے حسب ذیل تدابیر عمل میں لائی جائیں:

(۱الف) ڈاکٹروں اور طبیبوں کی فیسوں پر کنٹرول۔

(ب) دواؤں کی قیمتوں پر کنٹرول۔

(ج) سرکاری شفاخانوں اور دایہ گھروں کی تدریجی توسیع۔

(د) علاج کی سہولتوں کو عام کرنے کے لئے ایلوپیتھی کی طرح یونانی طب اور ہومیوپیتھی کے شفاخانے بھی سرکاری طور پر قائم کرنا (اس غرض کے لئے ضروری ہوگا کہ ان دونوں طریقہائے علاج کو وہی سرکاری سرپرستی حاصل ہو جو اب تک صرف ایلوپیتھی کو حاصل رہی ہے)

(۲) دق، وبائی امراض، اور جنسی امراض کی روک تھام پر خصوصی توجہ۔

(۳) غذا اور دواؤں میں آمیزش کو پوری سختی کے ساتھ بند کرنا۔

(۴) شہروں اور دیہات میں حفظانِ صحت کا اطمینان بخش انتظام۔

(۵) حفظانِ صحت، تیمارداری، وباؤں کی مدافعت، غذائیات، اور فوری طبی امداد (FIRST AID) کے متعلق ضروری معلومات کو مدارس کے نصاب اور تعلیم بالغان کے نصاب میں شامل کرنا، نیز ان معلومات کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے اور عوام میں صفائی کی حس پیدا کرنے کے لئے دوسری ممکن تدابیر اختیار کرنا۔

معاشرے کی اصلاح و تعمیر

(۱) قانون اور انتظام کی تمام طاقتوں اور حکومت کے تمام ذرائع و وسائل سے کام لے کر معاشرے کو ہر قسم کے فواحش اور بداخلاقیوں سے پاک کرنا۔

(۲) ان تمام اسباب کی روک تھام کرنا جو معاشرے میں اخلاقی مفاسد کی تحریک اور اشاعت کے موجب بنتے ہیں۔

(۳) نظام معاشرت کی ان خرابیوں کو دور کرنے کی طرف خاص توجہ کرنا جن کی وجہ سے لوگوں کی اخلاقی و معاشی حالت کو نقصان پہنچتا ہے، یا خاندان کے استحکام پر زد پڑتی ہے، یا نکاح میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں، یا حقوق و فرائض کے اُس توازن میں خرابی واقع ہوتی ہے جو اسلام نے عورتوں اور مردوں کے درمیان قائم کیا ہے۔

(۴) جس حد تک حکومت کے وسائل سے ممکن ہے اخلاقِ عامہ کی اصلاح اور عوام کی ذہنی تربیت کے لئے ایسے انتظامات کرنا جن سے لوگوں میں سچی خدا پرستی اور خدا ترسی پیدا ہو، اپنی اخلاقی اور اجتماعی ذمہ داریوں کا احساس پیدا ہو، نیکی اور بھلائی کے کاموں میں تعاون اور برائی کے کاموں میں عدم تعاون کی اسپرٹ پیدا ہو، قانون کے احترام کا جذبہ اور اجتماعی مفاد کا درد پیدا ہو، اور عوام الناس اس قابل ہوسکیں کہ برائیوں کے انسداد، بھلائیوں کی ترویج اور اجتماعی فرائض کی ادائیگی کا دارومدار محض قانونی جبر پر نہ رہے بلکہ لوگوں کی اپنی اخلاقی حس ان کاموں کے لیے کافی ہو۔

(۵) عوام کو تنظیم اور تعاون کی تربیت دینے کے لئے امداد باہمی کے طریقوں اور پنچایتی نظام کی ترویج۔

(۶) مساجد کو تہذیبِ ملت کے مراکز بنانے کے لیے ائمہ و خطبا کی تنظیم، ان کے لئے تربیت گاہوں کا قیام، ان کو باعزت طریقے سے معاوضے دلوانے کا انتظام، مساجد کے موجودہ نظامِ تولیت کی اصلاح، مساجد میں قرآن و حدیث کے درس کا اجرا، اور دارالمطالعوں کا قیام۔ (اس سلسلے میں یہ بات خاص طور پر ملحوظ رہنی چاہیے کہ مسجدیں اقتدار کے بت کی پرستش گاہوں میں تبدیل نہ ہونے پائیں۔ حکومت مسجدوں کی خادم ہو نہ کہ ان کی حاکم اور ان کے منبروں کی اجارہ دار)

(۷) شہری دفاع کے لیے عوام کو وسیع پیمانے پر تیار کیا جائے اور اس کے لئے حسبِ ذیل تدبیریں خصوصیت کے ساتھ اختیار کی جائیں:

(الف) لوگوں میں جہاد فی سبیل اللہ کی روح پھونکی جائے اور قوم پرستی یا وطن پرستی کے بجائے اُس نظامِ زندگی کی حفاظت کے لیے کٹ مرنے کا جذبہ پیدا کیا جائے جس کے برحق ہونے پر وہ ایمان رکھتے ہیں۔

(ب) سرکاری ملازمین اور زیرِ تعلیم طلبہ کو دفاع کی تربیت دینے کا خاص اہتمام۔

(ج) عوام کو ایک مقرر منصوبے کے مطابق دفاعی تربیت دینے کا وسیع انتظام، تاکہ چند سال کے اندر صوبے کا ہر فرد اسلحہ کے استعمال اور دفاعی تدابیر سے واقف ہو جائے (اس سلسلے میں یہ ضروری ہے کہ حکومت اپنے شہریوں کو بے اعتمادی کی نگاہ سے دیکھنا چھوڑ دے اور ان پر یہ بھروسہ کرے کہ وہ خود اپنے ملک کے دشمن نہیں ہیں)۔

(د) اسلحہ کے لائسنس عطا کرنے کے معاملے میں ان بیجا پابندیوں کا خاتمہ جو انگریزی حکومت نے اس ملک کے لوگوں کو نہتا اور بزدل بنانے کے لئے عائد کر رکھی تھیں۔

(ہ) اے، آر، پی اور فرسٹ ایڈ کے تربیتی مراکز میں توسیع۔

(و) عورتوں کو اسلامی پردہ کے حدود میں رہتے ہوئے دفاعی تربیت دینے کا انتظام۔

مالیات

(۱) صوبے کے خزانے کو بتدریج ایسی آمدنیوں سے پاک کیا جائے جو اسلامی شریعت کی رو سے حرام ہیں، یا اسلام کی معاشی پالیسی کے خلاف ہیں۔

(۲) رفاہِ عام کے کاموں سے اور اُن تجارتی کاموں سے جو سرکاری انتظام میں چلائے جا رہے ہوں، بے جا نفع اندوزی نہ کی جائے۔

(۳) جہاں تک صوبہ کی حکومت کے بس میں ہے وہ اپنے حدود و اختیار کے اندر سود کو بند کر دے اور ہمسایہ صوبوں اور مرکزی حکومت پر بھی دباؤ ڈالے کہ وہ اس پالیسی میں پنجاب کے ساتھ تعاون کریں۔ تاہم اگر مرکز اور ہمسایہ صوبوں کا تعاون حاصل نہ ہو تو کچھ نقصان اٹھا کر بھی اِس برحق پالیسی کا آغاز کرنے میں تامل نہ کیا جائے۔

(۴) ٹیکس عائد کرنے اور وصول کرنے کے طریقوں میں ایسی اصلاحات کی جائیں کہ ٹیکسوں کا بوجھ انصاف کے ساتھ ہر طبقے پر اس کی استطاعت کے مطابق پڑے اور ٹیکسوں سے بچنے کے لئے معاشرے میں جھوٹ، خیانت، اور جعل و فریب کی بیماریاں نہ پھیلیں۔

(۵) اس منشور میں جو اصلاحی پروگرام تجویز کیا جا رہا ہے اس کے مالی بار کو سہارنے کے لیے حسبِ ذیل تدابیر پر اعتماد کیا جائے۔

(الف) نظم و نسق اور معاشرے کی اخلاقی اصلاح جس سے رشوت، خیانت، غبن، نافرض شناسی اور ادائے محاصل سے اجتناب کی بیماریاں دور ہوں۔ اس اصلاح سے لازماً حکومت کی آمدنی بڑھے گی اور مصارف کم ہوں گے۔

(ب) حکومت کے مصارف میں اسراف کی تمام موجودہ صورتوں کا انسداد اور آئندہ کے لیے ان کی روک تھام۔

(ج) اصلاح و تعمیر اور ترقی کے اس پروگرام کی اہمیت پبلک کے ذہن نشین کرنا اور اجتماعی مفاد کے ساتھ پبلک کی دلچسپی اور ہمدردی کو ابھارنا، نیز کارکنانِ حکومت کی دیانت و امانت کا اعتماد عوام کے دلوں میں قائم کرنا۔ اس طریقے سے حکومت کو رضاکارانہ مالی امداد عطیوں اور قرضِ حَسَن کی شکل میں ملنا بآسانی ممکن ہے۔

(د) بدرجۂ آخر مزید ٹیکس عائد کرنا، جسے پبلک ایسی صورت میں بخوشی قبول کر سکتی ہے جب کہ اسے اس اصلاحی پروگرام کی افادیت کا بھی یقین ہو اور اس امر کا اطمینان بھی حاصل ہو کہ جو کچھ لوگوں سے لیا جائے گا وہ ایمانداری کے ساتھ انہی کے مفاد پر خرچ ہو گا۔

مہاجرین

اس مسئلے کی بیشتر پیچیدگیاں مرکزی پالیسی سے تعلق رکھتی ہیں۔ صوبائی حکومت کے دائرۂ اختیار میں رہتے ہوئے جو کچھ کیا جا سکتا ہے اور کیا جانا چاہیے وہ حسبِ ذیل ہے:

(۱) مہاجرین کے مسائل کو حل کرنے میں خود مہاجرین کے معتمد علیہ نمائندوں کے مشورے سے فائدہ اٹھایا جائے۔

(۲) جہاں تک ممکن ہو الاٹمنٹ منصفانہ بھی ہوں اور مستقل بھی تاکہ ہر شخص جہاں بٹھایا جائے وہاں وہ مطمئن ہو کر کام کرے۔

(۳) جو خاندان منتشر ہو گئے ہیں ان کو یکجا ہونے میں پوری ممکن سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔

(۴) کرایوں اور مالیے کا بوجھ قابلِ برداشت منصفانہ حد تک ڈالا جائے۔

(۵) کرایوں کے بقایا وصول کرنے کے لیے مہاجرین کو تنگ نہ کیا جائے۔

(۶) کسی مہاجر کو الاٹ کی ہوئی جگہ سے اس وقت تک بے دخل نہ کیا جائے جب تک کہ ایسا کرنا بالکل ہی ناگزیر نہ ہو، اور ناگزیر ہونے کی صورت میں بے دخلی کا عمل اس وقت تک ہرگز نہ ہو جب تک اسے دوسری جگہ مہیا نہ کر دی جائے۔

(۷) مقامی لوگوں کے ناجائز قبضے سے متروکہ جائدادیں نکالی جائیں اور انھیں انصاف کے ساتھ محروم مہاجرین میں تقسیم کیا جائے۔

(۸) مہاجرین کی زائد آبادی کے لیے مکانات کی تعمیر کا انتظام کیا جائے۔

(۹) جو مہاجرین اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکتے ہیں مگر سہارے کے محتاج ہیں ان کی اعانت کی جائے۔

غیر مسلم اقلیتیں

(۱) اقلیتیں اپنے معاشرے کی اصلاح کے لیے جس قسم کے قوانین منظور کرنا چاہیں ــــــ بشرطیکہ وہ دوسروں کے حقوق پر اثر انداز نہ ہوں ــــــ انھیں پاس کرانے میں ان کی مدد کی جائے۔

(۲) ان کو اپنے مذہبی و تہذیبی معاملات میں حکومت کے وسائل سے جس جائز امداد کی ضرورت ہو وہ کشادہ دلی کے ساتھ دی جائے۔

(۳) ان کے مذہبی و معاشرتی معاملات میں کوئی بے جا مداخلت نہ ہونے دی جائے۔

(۴) انھیں اکثریت کے طرز عمل یا حکومت کے نظم و نسق سے جو بھی معقول شکایات ہوں انھیں رفع کرنے کی پوری کوشش کی جائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۝